

ہم اتنے پسمندہ کیوں ہیں!

کارلاٹکر امریکی شہر ہو سٹن میں 1959ء میں پیدا ہوئی۔ ماں باپ کی باہمی خانگی زندگی از حد خراب تھی۔ بچپن ہی سے کارلانے گھر میں لڑائی جھگڑے اور فساد کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا تھا۔ منقی ماحول نے اس پر حد درجہ نفسیاتی اثر ڈالا۔ دس برس کی عمر میں اس نے سکریٹ اور نشیات استعمال شروع کر دیں۔ بچپن ہی سے عصمت فروٹی کے پیشہ سے وابسط ہو گئی۔ غلط صحبت، آوارگی اور بد قسمتی کارلا کو اس مقام پر لے آئی، جہاں عین جوانی میں اس سے دوقتل ہو گئے۔ ملکرنے ایک ہتھوڑے سے ڈین اور رو تھنامی لڑکی کو سفا کی سے قتل کر ڈالا۔ امریکہ میں اس دوہرے قتل سے طوفان برپا ہو گیا۔ 1983ء میں کارلاٹکر کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سال ٹیکساس کی عدالت سے اسے سزاۓ موت سنادی۔ ملکرنے بڑے اطمینان سے سزاۓ موت کا حکم سنا۔ اسے ماٹن ویوبونٹ نامی جیل میں سزاۓ موت والی کال کوٹھری میں پابند سلاسل کر دیا گیا۔ یہ جیل حد درجہ خطرناک مجرموں کے لئے خصوصی طور پر تعییر کی گئی تھی۔ ہر قیدی کی خصوصی نگرانی کی جاتی تھی۔ جیل میں پہنچ کر کارلاٹکر نے ایک عجیب حرکت کی۔ لا بیریری سے بابلی اور اس کے مطالعہ میں ڈوب گئی۔ کچھ عرصہ بعد جب مطالعہ ختم ہوا تو کارلا کمکل طور پر بدل چکی تھی۔ وہ سارا سارا دن اور رات، خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتی تھی۔ اپنی پرانی زندگی پر شرمندگی کا اظہار کرتی تھی۔ اور خدا سے نیکی اور بھلائی کی توفیق مانگتی تھی۔ اس تبدیلی پر پورا جیل کا عملہ اور اسیر ان ششدروں تھے۔ مگر اب ملکرنے اپنی زندگی انسانوں کی بھلائی کے لئے وقف کر دی تھی۔ جیل میں کسی بھی قیدی کو معمولی سی بھی پریشانی ہوتی۔ تو ملکر اس کے پاس جا کر مشکل کا مدوا کرتی۔ نوجوان قیدی جو بھی انکے جرائم میں سزا بھگت رہے تھے، ملکر ان کو جا کر تبلیغ کرتی۔ گناہوں سے توبہ تائب کرواتی۔ کوشش کرتی کہ وہ نیکی کے راستے پر چلنا شروع کر دیں۔ ملکر کی یہ شہرت پورے امریکہ میں پھیل گئی۔ بین الاقوامی جریدوں نے کارلا پر مضامن شائع کرنا شروع کر دیے۔ جیل کے وارڈن نے ایک عدالت میں بیان دیا کہ کارلا جیسی پارسا عورت اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ لہذا اس کی سزاۓ موت ختم کی جائے۔ کارلا کا کیس مقامی ریاست کے بورڈ کے پاس گیا۔ وہاں بھی سزاۓ موت میں تخفیف نہ کی گئی۔ اب اسے جیل میں چودہ برس ہو چکے تھے۔ سزاۓ موت پر عملدرآمد کا وقت حد درجہ نزدیک تھا۔ پورے امریکہ اور مغربی دنیا میں کارلا کی معافی کی مہم چلائی گئی۔ پوپ جون پال دوم تک نے امریکی حکومت کو حرم کی درخواست کر دی۔ اٹلی کے وزیر اعظم امنو پر وڈی بھی کارلا کی سزاۓ موت ختم کرنے کے لئے آواز اٹھا رہا تھا۔ حد توبیہ ہے کہ مقتولین کے بھائی نے بھی کارلا کی سزا معاف کرنے کی استدعا کر دی۔ حرم کی آخری اپیل، ٹیکساس کے گورنر جارج بش کے پاس پیش کی گئی۔ گورنر پر پوری دنیا کے اکابرین کا دباؤ تھا۔ پھر کارلا اب ایک انتہائی ثابت مذہبی شخصیت کے طور پر سامنے آئی تھی۔ جارج بش نے اپیل کو غور سے پڑھا۔ قانونی ماہرین کی رائے طلب کی۔ غور کرنے کے بعد کارلا کی سزاۓ موت برقرار کھی گئی۔ یہ اٹھائیں صفحات کا فیصلہ تھا۔ گورنر نے درج کیا کہ دنیا میں امریکہ وہ واحد ملک ہے جہاں انصاف کا ایک انتہائی معیاری نظام پوری طاقت کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ نظام انصاف کے سامنے طاقتوار کمزور بر ابر نہیں۔ کسی کی بھی یہ ہمت اور حیثیت نہیں کہ وہ عدالتوں پر اثر انداز ہو سکے۔ جس بھی شخص نے کسی قسم کا بھی جرم کیا ہے۔ اسے سزا دینا، امریکی نظام کی سب سے بڑی قوت

ہے۔ کارلا نے بھی ان طریقے سے دو قتل کیے ہیں۔ اس کی سزا اسے مل کر رہے ہیں۔ جیل میں جا کر اس میں جو ثابت تبدیلی آئی ہے۔ اس کا ”اس ان دوناک جرم سے رتی بھر بھی تعلق نہیں“، اس حکم کے تحت دو فروری 1998ء کو کارلا کوز ہر کانجکشن دے کر ختم کر دیا گیا۔ کارلا، ایک سوبیس برس میں ٹیکساس میں سزاۓ موت پانے والی پہلی عورت تھی۔ پوری دنیا سے رحم کی اپلیں اور پوپ کی طرف سے معاف کر دینے کی النجات بھی امریکی نظام انصاف پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ قاتلہ کو قرار واقعی سزا مل گئی۔

جب سے کارلا نکارا اور امریکی نظام انصاف پر غور کرنا شروع کیا ہے۔ مجھے امریکہ کی سپر پا اور بننے کی بنیادی وجہ سمجھ میں آنے لگی ہے۔ امیر اور غریب، طاقتور اور نحیف کے لئے یکساں انصاف نے اس خطے کو دنیا کی حکمرانی عطا کر دی ہے۔ مگر یہیں سے میرے ذہن میں ایک متضاد سوال بھی سراڑھاتا ہے۔ پاکستان کے دگر گوں اور مشکل حالات کیوں ہیں کیا ایسا تو نہیں کہ ہمارا پورا معاشرتی، سماجی، اقتصادی، سیاسی اور ریاستی نظام انصاف سے مبراء ہے۔ طالب علم کے ذہن میں اب سنجیدہ ترین سوال کا حد درجہ نجmed جواب راستخ ہو چکا ہے۔ ہمارے پورے ملک میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ برائی نہیں کر رہا۔ اپنے ملک کی بربادی کی اصل وجہ بیان کر رہا ہوں۔ انصاف کی عدم موجودگی ایک طرف، اور طاقتور اور کمزور کے لئے ترازو ایک طرف۔ صرف عدالتی انصاف کا ذکر نہیں کر رہا یہ طالب علم کی نظریں پاکستانی عدالتوں سے انصاف لینانا ممکنات میں سے ہے۔ مگر قیامت یہ ہے کہ مضبوط فریق کے پاس انصاف گھر چل کر آ جاتا ہے۔ کمزور انصاف کے حصول کے لئے اپڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتا ہے۔ انصاف کے حصول کے لئے عام آدمی کی جیت کچھ بھی نہیں ہے۔ جس میں کمزور ترین، ہر طرح کا ظلم سہہ کر بھی صرف اور صرف فریاد ہی کر سکتا ہے۔ اس صورت حال پر جتنا بھی ماتم کیا جائے۔ کم ہے۔ ملک کے معاملات کو؟؟؟؟ طور پر ملاحظہ کریں تو سب کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ آئین کسی بھی ریاست کا مقدس ترین مسودہ ہوتا ہے۔ کوئی ملک اپنے آئین کی توہین برداشت نہیں کرتا۔ مگر کیا یہ سیاسی المیہ نہیں ہے کہ تین مارشل لاوں کی ابتداء ہی میں پاکستان کے آئین کو ردی کی توکری میں پھینک دیا گیا۔ اس کو بیکار اور ناکارہ کاغذوں کا مسودہ قرار دے دیا گیا۔ کیا کسی مہذب ملک میں اتنا بڑا جرم کرنے کا تصور تک کیا جا سکتا ہے۔ بالکل نہیں۔ مگر ہماری اعلیٰ عدالتوں میں انصاف کا دہرا معيار دیکھیے کہ آئین کو پاؤں تلے کچلنے والے کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔ بلکہ انہیں مزید اختیار دیا گیا کہ جاؤ جو مرضی کرو عدالتیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اب اس سے آگے کیا گزارش کروں۔

1970ء کے ایکشن کے نتائج کے مطابق شیخ مجیب الرحمن کو ملک کا وزیر اعظم بننے کا قانونی اور سیاسی حق حاصل تھا۔ مگر سیاسی انصاف نہیں کیا گیا۔ ملک دولٹرے کرنا گوارا کر لیا مگر شیخ مجیب الرحمن کا قانونی حق اسے نہیں دیا گیا۔ چھوٹا موٹا واقعہ عرض نہیں کر رہا۔ ملک ٹوٹنے کی بات کر رہا ہوں۔ مگر جس جس شخص نے سیاسی نا انصافی کی تھی، اسے کسی قسم کی کوئی سزا نہیں ملی۔ معاملات جوں کے توں چلتے رہے۔ مشرقی پاکستان کی عیحدگی دنیا میں وہ پہلا واقعہ ہے جس میں اکثریت نے جنگ کر کے اقلیت سے آزادی حاصل کی تھی۔ وجہ صرف اور صرف سیاسی انصاف کا نہ ہونا ہے۔ بیکی خان نے اپنے ہی ملک میں لشکر کشی کر دی۔ جنگ ہار گیا، مگر اسے کوئی سزا نہیں ملی۔ بالکل اسی طرح، ایکشن وہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعے عوام حکمرانوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارا کوئی ایک ایکشن بھی شفاف نہیں ہو پایا۔ ہر حکمران فریق نے ایکشن کمیشن کے ذریعے اپنی مرضی کے نتائج حاصل کئے۔ مگر کیا یہ شرمناک

بات نہیں ہے کہ آج تک ایکشن کمیشن یا عبوری حکمرانوں میں سے کسی ایک کو بھی ایکشن کو گدلا کرنے کی سزا نہیں ملی۔ اس سے زیادہ قومی ناصافی مزید کیا ہوگی۔ معمولی واقعات سے صرف نظر کجھے۔ حالانکہ کوئی بھی ظالمانہ واقعہ معمولی نہیں ہوتا۔

ملکی مالیاتی ناصافی کو پر کھیے۔ کیا ہمارے مقندر سیاسی اور مذہبی حکمران، تین چار دہائیوں پہلے واقعی اتنے امیر تھے جتنا آج ہیں۔ ان کے بزرگوں نے شائد محنت کی ہوگی۔ مگر ان خاندانوں کے افراد نے تو کوئی کاروبار کیے بغیر اربوں ڈالر کمائے یا خورد برداشت لئے۔ کیا آج تک کسی اہم لیڈر کو اس ہو شر با خیانت پر بھر پور سزا ملی۔ ہرگز نہیں۔ اگر عدالتوں سے سزادلوائی بھی گئی تو اس کے سیاسی محرکات تھے۔ دراصل ہمارا پورا نظام کرپشن کو ختم کرنے میں معمولی سی بھی سنجیدگی نہیں رکھتا۔ ورنہ کرپشن تو بہت سے ممالک نے ختم کر کے دکھائی ہے۔ کیا برطانوی وزیر اعظم اپنی مرضی سے کسی کو مالی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جناب اس کی توبیہ مجال نہیں کہ سرکاری رہائش گاہ میں ایک اضافی کمرہ بنوا سکے۔ ہاں۔ پ چند مذہبی رہنماؤں کی ذاتی جاہ و جلال اور دولت پر بھی تقیدی نظر ڈالیے۔ اتنی خطیر رقم دیکھ کر آپ کا سانس بند ہو جائے گا۔ مگر ڈر نے کی کوئی بات نہیں۔ یہاں کار لاجیسی نیک ہو جانے والی عورت کو سزاۓ موت دینے والا کوئی ادارہ نہیں ہے۔ یہاں ٹیکساس کے گورنر جیسا کوئی انتظامی انسان نہیں، جو یہ کہہ سکے کہ امریکہ سپر پا و صرف اور صرف اپنے غیر جانبدار نہ نظام انصاف کی بدولت ہوا ہے۔ لہذا پاکستان اپنی ناصافی کے سمندر میں ایسے ہی ڈوبار ہے گا اور پھر دنیا کے ماہرین بلا کر پوچھھے گا کہ ہم اتنے پسمندہ کیوں ہیں!